سید ضمیر جعفری

پاکستان کے جلیل القدر شاعر مزاح نگار ادیب صحافی جناب سید ضمیر جعفری کی گوناگوں ادبی ثقافتی اور تہذیبی خدمات محتاجِ تعارف نہیں ہیں وہ عصری ادب و ثقافت کی چند منفرد اور نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں۔ ہمارے دیہات کا رنگ روپ حب الوطنی کا ولولہ انگیز جذبہ زندگی کے نشیب و فراز کی دُھوپ چھاؤں جس شعری لطافت دل پذیری اور بانکپن کے ساتھ ان کے فن میں جلوہ گر ہے شیوۂ سخن کی جو ساحری ان میں ہے وہ اہلِ نظر سے خراج حاصل کر چکی ہے۔ نثری مزاح میں وہ ادب کے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ فکاہیہ شاعری میں تو جعفری صاحب کو مجتہد کا درجہ حاصل ہے۔ مزاح کی تخلیق میں جس سادگی اور پرکاری سے انہوں نے زندگی کے چہرے سے نقاب سرکایا ہے اور اس کے اظہار میں جس شائستگی اور تہذیبِ فن کا ثبوت دیا ہے اس جادو سے شعر و ادب کی تاریخ پہلے آشنا نہیں تھی۔ اپنی ملّی اور قومی نظموں میں پاکستان کی عسکری دھڑکنوں کی ترجمانی میں وہ ایک طرحِ نو کے خالق ہیں۔ ان کی جو کتابیں اب تک زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں ان میں جزیروں کے گیت جنگ کے رنگ اُڑتے ہوئے خاکے مافی الضمیر آنریری خسر کتابی چہرے ولایتی زعفران اور من کے تار شامل ہیں۔

ولایتی زعفران

اردو کے لباسِ مجاز میں!

سید ضمیر جعفری

سال اشاعت ۱۹۷۸

تعداد ۱۰۰۰

مصنف سیّد ضمیر جعفری

ناشر بابر جمیل چوہان

مطبع ٹی۔ ایس پرنٹرز۔ راولپنڈی

دھنے پوٹھوہار اکیڈیمی

تصویر کدہ۔ چکوال

قیمت -/۲۰ روپے

اردو مزاح نگاری کے عظیم دریائے سندھ

شفیق الرحمٰن

کے نام

یہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۶ء کا ذکر ہے کہ ڈاکیے نے ایک پیکٹ لاکر دیا۔ اُس میں سے دو کتابیں نکلیں۔ انگریزی کی منتخب فکاہیہ اور طنزیہ نظموں کے مجموعے :

1 _ THE POCKET BOOK OF
HUMROUS VERSE
BY : DAVID MECORD

اور

2 HUMROUS VERSE BY E.V. KNOX .

مجھے اعتراف ہے کہ اس سے پیشتر انگریزی میں اس نوع کی نظمیں یک جا صورت میں میری نگاہ سے نہیں گزری تھیں۔ ورق گردانی پر ان نظموں کے موضوع، ان کی اُپج، بے تکلفی، جرأت اور اسلوبِ اظہار کی ایک انوکھی سی شگفتگی، اور میٹھے مگر گہرے طنز نے دامنِ دل کو ورق ورق پر کھینچنا شروع کر دیا اور میں ایک سچی وابستگی کے جذبے کے ساتھ ان میں سے بعض منتخب نظموں کو اردو میں منتقل کرنے لگ گیا۔ "منتخب" ان معنوں میں کہ جن نظموں کے مزاج کی گدگدی یا بطن کے درد کی لطیف لہر کے لمس کو میں محسوس کر سکا۔

کسی کتاب کا مطالعہ ایک سیاحت کے مصداق ہے۔ مجھے
ان نظموں میں بوقلموں سیاحتوں کا لطف ملا۔ آسودگی حاصل ہوئی اور آگہی بھی
کچھ نظمیں ایسی ہیں جو محض خوش وقت کرتی ہیں۔ (میں ایسی نظموں کو بھی سلام
کرتا ہوں) مگر بیشتر نظمیں ایسی ہیں کہ وہ بیک وقت زخمی بھی کرتی ہیں اور
خوش وقت بھی۔ بعض نظمیں بظاہر بہت معمولی سی معلوم ہوئیں مگر جب غور سے
ان کے اندر جھانکا تو اندازہ ہوا کہ ان کی حیثیت تو کسی — "تلاشِ عالم" کی
سی ہے۔ پیراہن زرِ لفت کا نہ سہی، روح میں تو ستارے جگمگا رہے ہیں
اسی لئے تو کہنے والوں نے کہا ہے کہ دنیا وسیلے سے مگر آسودگی فضیلت سے
میسر آتی ہے۔ ان نظموں کے مزاج میں طنز کی کاٹ تو موجود ہے مگر نفرت کا
زہر یا چڑچڑاپن مجھے کہیں محسوس نہیں ہوا۔

آخر میں اس توقع کے ساتھ کہ میری طرح قارئین بھی ان نظموں
کی فضا یا مجلس میں کچھ آسودگی محسوس کریں گے میں اس ضمن میں اپنے
دفاع "سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوتا ہوں۔ میری طرف سے بے شک ؏

دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو

انگریزی ادب سے ہمارا سمبندھ کوئی نیا نہیں ہے۔ انگریزی ادبیات
کا اچھا خاصا سرمایہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے۔ "آمد و رفت" کے اس عمل میں
کچھ عجب نہیں کہ کوئی صاحب مجھ سے پہلے ان میں سے بعض منظومات کو اردو
میں ڈھال کر اپنے تراجم چھپوا بھی چکے ہوں مگر مجھے اس کا علم نہ ہو

اپنی زیرِ نظر کاوش کے بارے میں میں یہ وضاحت کر دینا چاہتا ہوں
کہ اس کو لفظ بہ لفظ ترجمہ نہ سمجھا جائے۔ میں نے اصل کے عکس کو یا اس کی روح
کو اپنے لفظوں میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے عبارت سے زیادہ
"اشارت" ادا سے سروکار رکھا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے بضد بھی

نہیں باندھی کہ پانی سر سے ہی کیوں نہ گزر جائے، میں پوری کی پوری نظم کو
سر کر کے چھوڑوں گا۔ اس کے برعکس، جس نظم کا جتنا حصہ میری گرفت میں
آسکا، یا جس کی شگفتگی کے مزاج کو اپنے ماحول میں اور زبان اور محسوسات
کے مزاج سے ہم آہنگ پایا، میں نے انہیں چند لائنوں کو اپنے مقدر کا موتی
سمجھ کر چن لیا۔ بعض مقامات پر جہاں قسمت ارض و سما کھلتی ہوئی محسوس
ہوئی ایسا بھی ہوا کہ میں بنیادی خیال کی روشنی میں آگے بڑھتا ہوا لطف و سرور
کی ایک رو میں، نظم کے چوکھٹے ہی سے باہر نکل گیا اور کبھی کبھی تو باگ ہاتھ
سے اس طرح بھی چھوٹی کہ میں اس نظم کو اپنی نظم بھی کہہ سکتا ہوں مگر وہ میری نظم
تو جب ہوتی اگر اس کے بنیادی خیال کو بھی میں نے ہی سوچا ہوتا۔ بیشتر منظومات
کے عنوان بھی اپنی "گرہ" سے مہیا کئے ہیں تاکہ مفہوم میں سلاست اور
ابلاغ کا جوہر، کم از کم میری مقدرت کی حد تک تو کھنکتا رہے۔ انگریزی نظموں کا
متن ساتھ نہیں دیا گیا البتہ شاعر کا نام لکھ دیا ہے تاکہ سرچشمے کی نشاندہی ہو
جائے۔ مجموعی طور پر میں اپنی اس کاوش کو آزاد نظموں کا آزاد ترجمہ بلکہ "ترجمانی"
اور بعض صورتوں میں "ترجمہ مع تجاوزات" کہوں گا۔ اس کے باوجود ترجمے
کے بارے میں، اپنے دوست سید عبدالحمید عدمؔ کے ایک شعر کے مصداق
میرا احساس یہ ہے کہ

جو دلکشی گناہ کی نیت میں ہے عدمؔ
وہ دلکشی ملی نہ کبھی ارتکاب میں

اپنے پیارے دوست (اردو زبان کے منفرد مزاح گو شاعر)
نذیر احمد شیخ مرحوم کے پوتے عزیزم ارشاد احمد شیخ کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر
لازم ہے کہ اس سعادت مند نوجوان نے کتاب کے اشاعتی مراحل میں اس
کمال لگاؤ سے میرا ہاتھ بٹایا کہ خود مجھکو کسی مرحلے پر اپنا ہاتھ لگانے کی

ضرورت محسوس نہ ہوئی حالانکہ یہ وہ دن تھے جب گھر میں میرے کرکٹ کے کھلاڑی بیٹے، امتنان ضمیر کی بلے بازی اور میری دوڑتی بھاگتی ترنائی پوتی ضمار السید کی "ہلّہ بازی" سے میرے کاغذات کا شیرازہ کھلنے ہی پریشان ہو جاتا تھا۔

کتاب کے بیشتر اجزا میرے "زعفران رقم" دوست جناب محرم علی مرحوم کے حریرِ قلم سے سیراب و نمو یافتہ ہیں۔ مرحوم سے ہماری رفاقت کا سلسلہ ۱۹۴۵ء میں سنگاپور میں قائم ہوا۔ وہ مولانا چراغ حسن حسرت مرحوم کی سرکردگی میں شائع ہونے والے اتحادی فوجیوں کے اردو اخبار روزنامہ "جوان" کی ادارت میں ہمارے رفیقِ کار تھے۔ مرحوم فنِ کتابت میں نہ صرف اپنی خاص "کششِ کاف" کے مالک سمجھے جاتے تھے بلکہ ایک شریف النفس انسان، ایک محبت پرور دوست اور ایک عمدہ گلوکار بھی تھے، جن کے نغمے ۱۹۴۸ء میں ریڈیو سے نشر ہوتے تھے۔ مجھے انتہائی قلق سے لکھنا پڑا کہ اس کتاب کی آخری کاپی اُن کے زیرِ قلم تھی کہ ۲۱ جون ۱۹۷۷ء کی شب کے ایک بجے، راولپنڈی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ آج زندہ ہوتے تو کتابت کے ضمن میں محض ان کا نام لکھ دینا کافی ہوتا۔ مگر ان کے انتقال کے بعد، میری وابستگی کے احساس نے مجھے اس مقام سے سرسری طور پر نہ گزرنے دیا۔

کتابوں کا یہ تحفہ جس کا ذکر میں نے ابتدا میں کیا ۔۔۔۔ مجھے اردو کے مایۂ ناز مزاح نگار (میجر جنرل) شفیق الرحمٰن نے بھیجا تھا۔ میں اپنی اس کاوش کو موصوف ہی کی نذر کرتا ہوں۔

سید ضمیر جعفری

۱۴ جولائی ۱۹۷۷ء

۶۹۴- رمنا ۶/۲ اسلام آباد

ہمارا گاؤں

اِک چھوٹا سا گاؤں

کُل ساٹھ مکاں ہیں اور ایک دکاں ہے

ہر کھیت کے چوگرد

اشجار کا گھیرا —— چھدرا یا گھنیرا

تنہا کسی خیمہ میں ہے سیاحوں کا ڈیرا

بستی میں جو اِک سبز کھلا چوک ہے وسطی

اس بارہ جریبوں میں جمی گھاس کی تختی

کھلیان ہے سب کا

میدان ہے سب کا

انوار کو ہر منعم و نادار یہاں ہو

تہوار کوئی آئے تو بازار یہاں ہو

عاشق یہاں، دلدار یہاں، یار یہاں ہو
لوگوں میں بہم پیار کہ تکرار یہاں ہو
گاؤں میں جو گھوڑے ہیں، جو گائیں ہیں کہ خچر
اُن سب کی ملاقات کی "منجدھار" یہاں ہو۔
چھوروں کے لئے کھیل کی اِک بارہ دری ہے
کرکٹ کے ہیں رسیا۔
وہ دیکھئے بلّے کو جمالی نے گھمایا
گیا گیند لپک کر قمر عالم نے اٹھایا
اور سامنے وکٹوں کے کوئی گائے کھڑی ہے!

THOMAS HOOD

مصنوعی دانت

اِک شخص لگائے رکھتا تھا
ساری مصنوعی "بتیسی"
اور اِن مصنوعی دانتوں سے
ہر چیز چبائے جاتا تھا
بادام مزے سے کھاتا تھا
اخروٹ بھی توڑ دکھاتا تھا
اِک روز کہیں وہ کھو آیا
اپنی مصنوعی "بتیسی"
اِک واقف کار نے جب پوچھا
"تیرا تو بڑا نقصان ہوا"
"سارا جبڑا ویران ہوا"

اِس پر اُس نے جبڑا کھولا
ہنس کر بولا
تھے وہ سب دانت کرائے کے
اِک مَرے ہوئے ہمسائے کے

(نامعلوم)

راستے کی چاپ

اِس نظم کا ذائقہ مختلف ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی نبضِ ظرافت میرے ہاتھ نہ آ سکی ہو۔ اس کا ترجمہ کرتے وقت مجھے خود تعجب ہُوا کہ اس نوع کی نظم ایسے شگفتہ مجموعے میں کیونکر در آئی، مگر جب میں ایک مرتبہ اس کے اندر اُتر گیا تو اس کے حزن میں زندگی کی ایک ایسی حسین صبح مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے آپ سے کہا ــ "میاں اب چلنے دو" (ض)

مِل گئی ایک پرانی کاپی آج مجھے الماری سے
یادوں کا دریا بہہ نکلا میری خواب پٹاری سے

اِک اِک نقش سے چھَن چھَن نکلی جوت پرانی یادوں کی
کچھ چہرے خوش قد لڑکوں کے کچھ شکلیں اُستادوں کی

آڑی ترچھی، نرم لکیریں دل کی سچی تصویریں ہیں
جن کو چُھپ چُھپ پوجا میں نے یہ اُن کی تصویریں ہیں

کچھ ورقوں پہ پنسل سے جو خاص نشان بنائے تھے
کچھ پھولوں کے نقشے تھے یہ کچھ پیڑوں کے سائے تھے

بول اٹھے سب نقطے شوشے یادوں کی تنہائی میں
جاگ پڑا مدت کا سویا شہر مری تنہائی میں

رنگیں کلغی طاؤسوں کی، پتلے سینگ غزالوں کے
عکس ہمارے پال پنے کے رنگ برنگ خیالوں کے

دیکھ رہا ہوں چند شناسا نمبر "ٹیلیفونوں" کے
راتوں کو بنتے تھے جن پر منصوبے شب خونوں کے

تھام مجھے اے وقت کی ظالم گردش، تھم کر تھام مجھے
آج اچانک یاد آئے کیا پیارے پیارے نام مجھے

MORRIS BISHOP

آدمی گیند ہے

زمیں کے بچھے اور اُبھرے ہوئے گنبدِ زرد پر

آدمی گیند ہے

لُڑھکتا ہُوا ، پھسلتا ہُوا ، بچکتا ہُوا

نہیں جامۂ جسم اگر تیرے پاس

کوئی غم نہ کر!

فضائی کا بِل ہے اگر تو بچاس

کوئی غم نہ کر!

اگر ٹوٹ جائیں - صراحی گلاس

کوئی غم نہ کر!

کوئی چاند چہرہ نہیں آس پاس

کوئی غم نہ کر!

چلا چل! لڑھکتا — پھسلتا ہُوا

دُنیا دِلچسپ ٹھکانہ ہے

جی چاہتا ہے
انساں سے محبّت کرنے کو
اس کے بے معنی چہرے کو گُلزار کہوں
گُلنار کہوں
اُن آنکھوں کو سرشار کہوں، اُن نظروں کو ضَو بار کہوں
دل سے چاہوں
رفتار سے بھی، گفتار سے بھی
(جو چال چلے ۔ جو لفظ کہے)
جس آدم زاد سے بات کروں
طوفانِ مسرّت جاگ اُٹھے
آواز آئے!
دنیا دِلچسپ ٹھکانہ ہے!

SIR. WALTER RALEIGH

دو صبحیں ،

اتوار کو گرجے کے اندر
اِک مہ رُخ محوِ دعا دیکھی
تصویرِ تقدس ـــــــ سر تا پا
سانسوں میں خُدا ، لفظوں میں خدا
تبلیغ کی کنٹھی گردن میں
لیکن نیلی ، نَو رنگ ، جواں آنکھوں کے نشیلے کونے میں
اِک کافر چیز چمکتی ہے
جو ارض و سما سے رُک نہ سکے

L.A.G. STRONG

رسّہ کشی

شوہر ذہن جدید کا مالک

بیوی وہم پرست

شادی کے دن گزریں جیسے — نیست کے اندر ہست

KIETH PRESTON

پرانی بگھی

حضرت آدم

جنّت سے جب نکلے تھے

اسی "فٹن" میں بیٹھے تھے

STRICKLAND GILLIAN

مزاح

میں اُس تبسم
اُس ایک بے نام مسکراہٹ کو ڈھونڈتا ہوں
جو آدمی کا حصار توڑے
بغیر تیشہ
جو روحِ انساں کے سب مقفل کواڑ کھولے
بغیر دستک
بغیر زنجیرِ در ہلائے

سید ضمیر جعفری

پتھّر لوگ

قوّت والے یا زر والے

اربابِ جواہر پوش جو رہتے ہیں خوش کنگرے محلوں میں

جن کے اندر

باریک تراشے، ہاتھی دانت کے گُل پیراہن جنگلے ہیں

شیشے کے منارے بنگلے ہیں

فانوس ــــــ صدف

اِن لوگوں کے اپنے سر بھی

ہوتے ہیں عموماً پتھّر کے

مرمر ہی سہی !

LEONARD [illegible]

پالیسی

قدیمی نوادر کے اسٹور سے
بٹیر کی کھال میں نے خریدی
کہ تحفے میں دوں اُس "ببر بھیڑیئے" کو
جو پنجے جما کر
مرے گھر کی دہلیز پر 'غرفشاں ہے'

CAROLYN WELLS

ظریف

کیا تُو نے کبھی چھینکتے دیکھی ہے مرے دوست!
نسوار کی ڈبیہ
جو شوخ رقم، شیوا بیاں، جگ کو ہنسائے
وہ خود نہیں ہنستا!

اِنصاف

بارش تو برستی ہے یکساں
حق دار پہ بھی، عیّار پہ بھی،
بھیگے ہے مگر حق دار بہت
کیونکہ اکثر
حق دار کے گھر جو چھتری تھی
عیّار نے سینہ زوری سے یا چوری سے
وہ اپنے سر پہ تانی ہے
مسٹر! یہ ریت پُرانی ہے

LORD BOWN

ایک مسخرہ

مَیں اَن پڑھ تھا

مَیں بازار میں، جُوتے پالش کرتا تھا

بوڑھے، گنجے پنشنروں کے سَر کی مالش کرتا تھا۔ (نامعلوم)

کاہل کسان

ایک شخص!

ایک کاہل کاشتکار

سخت غُربت کا شکار

تا کمر ڈُوبا ہُوا

بھوک کی دَلدل کے بیچ

فصل بونا ہی نہ تھا

رُت بوائی کی جب آتی تھی تو کھا جاتا تھا بیج (نامعلوم)

بحث

دو چیلیں جن کی چونچوں کی

ہیئت یکساں

ہیبت یکساں

قوت یکساں

یکساں جن کی لمبائی ہو

یکساں چنچل چوڑائی ہو

آنکھوں میں وہی بینائی ہو

پنجوں میں وہی گیرائی ہو

وہ دونوں چیلیں اگر کبھی

اک چھوٹا سا کیڑا پکڑیں

اک دُم مشرق کو لے دوڑے، اک سر مغرب کو لے بھاگے

تو اُس کیڑے کو میلوں کھینچتی لے جائیں!

A HARD WESTON

چالاک مُسافر

مسافر کی آواز

اجازت ہو تو آ جاؤں
تمہارے باغ کے اندر
ذرا سی دیر سستا لوں
مسافر ہوں
تھکا ہارا ہُوا بھی ہُوں

باغ کا مالک

چلے آؤ چلے آؤ!
مسافر شوق سے آؤ!

مسافر

اجازت ہے سخی داتا

کہ اِن لوکاٹ کے سرسبز پیڑوں سے
یہ میٹھے رس بھرے میوے
یہی دو چار دانے (خیر ہو تیری)
چمن سے توڑ کر کھا لوُں
کہ بھُوکا ہُوں کئی دِن سے

مالک

مسافر! شوق سے کھاؤ کچھ اپنے ساتھ لے جاؤ

مسافر

(گرجدار آواز میں)

ارے تُو کون ہے کبڑے۔ یہاں کیا کام ہے تیرا
یہ سارا باغ ہے میرا
نکل جا مجھ کو باغیچے کا پھاٹک بند کرنا ہے
نکلنا ہے کہ دُوں گردن پہ اِک تھپڑ کرارا سا

OGDEN NASH

"مسز ولیم"

مسز ولیم عجب انداز کی خاتون تھی یارو
کبھی پتھر، کبھی مکھن کبھی افیون تھی یارو

اگرچہ جسم کہنہ سال میں خاصی گرانی تھی
اگرچہ قد بھی کچھ ترچھا تھا کاٹھی بھی پرانی تھی
گلابی گفتگو میں اب بھی خوشبوئے جوانی تھی

بڑی بی زندگی سے والہانہ پیار رکھتی تھی
رسیلی آنکھ، تازہ روغنی رخسار رکھتی تھی
ہر انگلی ہاتھ کی ناخون تھی شبخون تھی یارو
مسز ولیم عجب انداز کی خاتون تھی یارو

جو اس کے واسطے نازک اچھوتے پھول لاتے تھے
ستارے توڑ کر جو اس کے رستے میں بچھاتے تھے
وہ اس مغرور لیڈی سے عموماً جھاڑ کھاتے تھے

مگر جو اس تلوّن آشنا سے دُور رہتے تھے

وہ اس کی مہرباں نظروں سے "موتی چُور" رہتے تھے

یہ اُن کے دردِ دل کی مرہم و معجوُن تھی یارو!

مسِز ولیم عجب انداز کی خاتون تھی یارو!

شبِ آدینہ جب سرجان ینگ آتے تھے گھر اِسکے

کئی اربابِ خوش خلوت بھی سنگ آتے تھے گھر اِسکے

زر و زیور، جواہر، رنگ رنگ آتے تھے گھر اِسکے

رومالوں میں "شلنگوں" کے "شلنگ" آتے تھے گھر اِسکے

زمہرِ نا پا، خوشی سے سُرخ تھی "گلگوُن" تھی یارو!

مسِز ولیم عجب انداز کی خاتوُن تھی یارو!

ابھی دانتوں میں تھیں موتی کی لڑیاں۔ لوچ بانہوں میں

ابھی کچھ ساحلی کونجوں کی حسرت تھی نگاہوں میں

وہ اِس سن میں بھی اِک سروِ رواں تھی سیر گاہوں میں

محلے بھر کی افواہوں کا "ٹیلیفون" تھی یارو !
مسز ولیم عجب انداز کی خاتون تھی یارو!

OLIVER GOLDSMITH

کُتّے کے پٹّے پر

میں ہوں سگ ، مگر میں ہوں
بادشاہ کا کُتّا
کج کلاہ کا کُتّا
لیکن اے جنابِ من !
آپ کِس کے کتّے ہیں ؟

ALEXANDER POPE

شیر

چیتا ساتھ اگر چلتا ہو
جنگل لاکھ ہو اُلجھا ، اندھا ، گھنا ، اندھیرا
ڈر نہیں رہتا
شیر کسی کو "سَر" نہیں کہتا

G.K. CHESTERTON

انگریز

انگریز کا جی تو چاہتا ہے
گھُل مِل جائے
سب خطّۂ ارض کے لوگوں سے
وہ گورے ہوں یا کالے ہوں
انگریز مگر اندر سے وہی انگریز رہے
اپنے محدود جزیرے کا

SIR W. S. GILBERT

قبریں

وہ لوگ جنھوں نے جیتے جی
انگلینڈ کی خاطر دکھ جھیلے
اور کشٹ سہے
اُن کی قبریں اس مٹّی کی آغوش میں ہیں
اور انگلستان کے پنکھ پکھیرو
پَر افشاں
اِس نیل گگن کے غُرفوں میں
اور اے میری پیاری ارضِ وطن !
وہ لوگ جو ادر جزیروں میں
تیری آن کی خاطر ڈٹ بھی گئے اور کٹ بھی گئے

اُن کج کلہوں کی قبریں ہیں

ان دُور دراز زمینوں میں

لیکن وہ لوگ جو آج سمے

سرتاج ہُوئے، مہاراج بنے

اُن کی قبریں موجود نہیں ؟

G K CHESTERTON

غمِ روزگار

نہ جانے کتنا اداس رہتا

میں زندگی بھر

نہ گر غمِ روزگار ہوتا

OGDEN NASH

ہفتم جنگ

خان بہادر ہفتم جنگ
کپڑوں کے بھی سات ہی رنگ
گھوڑا، اُنٹ، کھٹ، آپ دبنگ
ڈیوڑھی اندر آٹھ ملنگ
چرس اُڑائیں پی کر بھنگ
اکثر دیکھے اُن کے سنگ
خان بہادر ہفتم جنگ

EDMAND . C BENTLEY

تعلیم

اُستاد، اِستادہ بنچوں پر
دانش دَر کھولے لیکچر دے، حکمت کے موتی یو جائے
شاگرد یہ موتی چُن نہ سکے، ہاں گِنتے گِنتے سو جائے —

DAVID MECORD.

مرغی کا انعام

اِک خطیبِ خوش بیاں نے ایک مرغی سے کہا

حُسن تیرا —— واہ وا

سُرمگیں تیری نظر

ریشمیں تیری ادا —— واہ وا

کِتنی پیاری ، کیا سڈول ،

اِس پہ مُرغی نے ، اُسی جا بیٹھ کر

کُڑ کُڑا کر اِک "کُڑوں" کی

اور اِک انڈا دِیا

گول گول

کِتنا دِلکش ! کِتنا پیارا ! کیا سڈول !

(نامعلوم)

راجہ سعادت علی

تھا ہمارے محلّے میں اِک آدمی
نام تھا اُس کا راجہ سعادت علی
نام کے عرف کتنے بگڑتے رہے۔ لاڈ سے، پیار سے
پہلے سادا ہُوا، پھر وہ سیدا ہُوا
اپنے یومِ ولادت کو پیدا ہُوا
اس کی شادی کا دِن بھی وہی روز تھا
اس کی بیوی کی جس روز شادی ہوئی
پھر وہ اِک روز دُنیا سے رخصت ہُوا
موت بھی اس کو آئی اُسی روز ہی
مرگیا، یعنی راجہ سعادت علی
رہ گئی گھر میں بس ایک بکری بندھی

(نامعلوم)

میرا چہرہ

مرا چہرہ، اے مرے دوستو
نہ تو چاند ہے، نہ گلاب ہے
مگر اسے کہ تمُ!
میری خلوتوں کے حبیب ہو، میری جلوتوں کے قریب ہو
میری زندگی کے رفیق ہو! میری چاہ ہو
میری دھڑکنوں کے گواہ ہو!
مرے دوستو، مرے آشناؤ تمھیں کہو!
کہ وہ ـــــ "میں جو ہوں"
وہ جو میرا جوہرِ ذات ہے
کبھی تابِ رُخ سے چھلک سکا؟
کسی شیشہ گر کی دکان میں، کبھی جا سکا، یا سما سکا

کبھی بِک سکا ، کوئی پا سکا ؟
کوئی اُس کے دام چُکا سکا ؟

ANTOHONY EUWER

فن کار ،

یہ محفل ہے فن کاروں کی
سچائی کے اوتاروں کی
انصاف کے پہرے داروں کی
سر کے اوپر دیواروں پر
تصویریں ہیں
شہزادوں کی ، ملکاؤں کی ، راجاؤں کی

F.R SCOT

برمنگھم کی میم

برمنگھم میں تھی اک نار
تیز زبان ، صبا رفتار
لائی ایک نئی گُرگابی
سیر کو نکلی بڑی شتابی
جیسے چلے جوان چکور
کھٹ کھٹ ، کھٹ کھٹ
جھٹ پٹ ، جھٹ پٹ ، جھٹ پٹ ، جھٹ پٹ
جُوتا کٹ کٹ کاٹے پاؤں
مانے دھوپ ، نہ جانے چھاؤں
وُہ منہ زور

جب گھر آئی
لیٹی اوڑھ کے گرم رضائی
" ہائے ہائے ۔۔ مرگئی ہائے
مرہم مَل مَل کرے ٹکور
برمنگھم کی تیز چکور

OLIVER HERFORI

حوصلہ افزائی

ایک لڑکی پاس کے گاؤں میں تھی
بولتی تھی جیسے کوئی فاختہ
شام کو ... ہُوہُو کرے ... ہُوہُو کرے
یا پپیہا صبح کی "ٹھکار" میں
کُو کرے ـــــ کُوکُو کرے
دَوڑ کر پیڑوں پہ چڑھ جاتی تھی وہ
اپنی اِک چھوٹی بہن کو ساتھ لے جاتی تھی وہ
دُور سے تالی بجانے کے لئے

(نامعلوم)

کلکتے کا بابو

کلکتے کا بابو دیکھا
نام اُس کا ننھا لچھمن
کالے کالے بال تھے اُس کے، کالا کالا متھا
منہ میں چونا، کتھا
تیز تیز جب بولے
باتوں میں ہچکولے
روٹی ـــــ رے رے، روٹی
مکھن ـــــ ناما، مکھن
کلکتے کا بابو دیکھا
نام اُس کا ننھا لچھمن

(نامعلوم)

چوک کا اسٹور

چوک کا اسٹور دیکھ
اک کمالِ صنعتِ شیشہ گری
جگمگاتی، آئینہ در آئینہ الماریاں
اطلس و کمخواب بھی
انجم و مہتاب بھی
مشرق و مغرب کی نادر صورتیں
چاندی کی مورتیں
پیرہن، موتی، زری، جھومر، حسیں پھلکاریاں
فرش شیشہ بند، چھت بلّور کی
ایک تنکا بھی گلی سے اڑ کے آ سکتا نہیں
آج کی معلوم دنیا کی ہر اک شئے ہے یہاں
اک صداقت کے سوا

ARDHFILD

کتابیں

کتابیں ؟
جن میں گُر لکھے ہیں
ہنسنے اور رونے کے
نہ ہونے اور ہونے کے
کسی کو رام کرنے کے، کہیں آرام کرنے کے
بھلائی سے بُرائی چھانٹنے چھڑنے کی ترکیبیں
ترقی کے سنہرے، آزمودہ کارگر نسخے
بڑے لوگوں کی دعوت میں چقندر کاٹنے کا فن
میں پڑھ کر ان کتابوں کو
یہ اکثر سوچتا ہوں کتنی صبحیں مرگئی ہوں گی ؟

IRWIN EDMAND

اونچی سبز حویلی میں

(اک میجر جنرل رہتا ہے)

گاؤں سے باہر
مٹیالی، گدرائی بھوبھل اینٹوں کے اسکول سے ہٹ کر
نیلی سی، باریک سی، اِک خوابیدہ پگ ڈنڈی کے اُوپر
ایک لکیر جو کھیتوں میں بل کھاتی ہے
اِک اُونچی سبز حویلی میں
اِک میجر جنرل رہتا ہے

وہ پہلی بڑی لڑائی میں
لفٹین ہُوا، کپتان ہُوا
کیا ترچھی ٹوپی رکھتا تھا، جو سیدھی دل میں جا اُترے
کیا لِش لِش کرتی، چار سُنہرے بکلس والی بیٹی تھی

خود اُس کے اپنے ماتھے پر بھی ماں کے پیار فروزاں تھے

برما پہنچا ، جاپان گیا
اسوان گیا ، میلان گیا
تریپولی ، شط العمارا
ہر منظر آنکھوں کا تارا
صحرا چھانے ، ساحل گھومے
موسم چکھے ، چہرے چومے
اسمارا سے ایران گیا
وہ جس پلٹن میدان گیا
دشمن بھی لوہا مان گیا
زخمی بھی ہُوا ـــــ قیدی بھی ہُوا
جنرل ہو کر ـــ آخر وہ فوج سے گھر آیا

اسے گنیز بازمی کرتا ہے

ہاتھوں میں کھُرپا مالی کا

اِک خاکی "نکر" ٹانگوں پہ

فصلوں کی نلائی کرتا ہے

مٹّی کی کھُدائی کرتا ہے

لوگوں کی بھلائی کرتا ہے

"گھرپال ٹماٹر" کھاتا ہے

اور گاتا ہے !

ہِپ ہِپ ہُرّے ! ہِپ ہِپ ہُرّے

تسکین کا دریا بہتا ہے

اُس اُونچی سبز حویلی میں

اِک میجر جنرل رہتا ہے

بالوں پہ سفیدی چھٹکی ہے

کچھ پیٹ کا خط اُبھرا اُبھرا
کچھ ٹھوڑی لٹکی لٹکی سی
جینے کا مگر دستور وُہی
انداز وہی، آواز وُہی، اوقات وُہی، منشور وہی!

دو بیٹے فوج میں افسر ہیں
اِک میجر پیدل پلٹن کا
اِک کرنل کسی رسالے میں
چمک لالے میں!
خط آتے ہیں، خط جاتے ہیں
(یوں ملکے ساز بجاتے ہیں)
اِک سُتھرا "شیلف" کتابوں کا
(جھرمٹ انسان کے خوابوں کا)
اور طاقوں میں تصویریں بھی
صف کے جاں ہار جیالوں کی

میدان میں مرنے والوں کی

چھوٹے سے "مویشی خانے" میں

اک چوکس کتا بیٹھا ہے

اک ساندل گائے تھان بندھی

اک دبلا مشکی گھوڑا بھی

چائے کے ساتھ پکوڑا بھی

وہ گرم پکوڑا کھاتا ہے

اور گاتا ہے

ہپ ہپ ہرے! ہپ ہپ ہرے!

ان سادہ سے دو لفظوں میں

یادوں کی راس رچاتا ہے

خوابوں کے چاند جگاتا ہے

خوش رہتا ہے
ہر آتے جاتے راہی سے
جو گزری ہے وہ کہتا ہے

اُس اُونچی سبز حویلی میں
اِک میجر جنرل رہتا ہے

نامعلوم

سخت جاں

ڈاکٹر کی دَوا سے نہیں جو مَرا
اس کو پھانسی کے پھندے ، سٹین گن کی گولی سے
ڈرنا عبث ہے !

JHON GAY

بادشاہ سلامت

یہ قبر ہے ملکِ معظّم کی
سرِتاج تو اُس کا تھا وزنی
(سونے ، ہیرے کا تاج تھا وہ)
پر لفظ میں کوئی وزن نہ تھا ___ کچھ وَقر نہ تھا !
کچھ کارِ حماقت بھی نہ ہُوا
نے عقل کی کوئی بات کری

EARL OF RUCHESTOR

کیبن بوائے

میں کہ اپنی بحریہ کا نامور کپتان ہوں
بادباں کھلتے ہیں میرے حکم پر
میرے "سگنل" پر سمندر میں اُتر جاتے ہیں "لانچ"
پانیوں میں نغمہ خواں رہتا ہوں میں
ساگروں پر حکمراں رہتا ہوں میں
لیکن اس منصب کے سب طبل و عَلَم کے باوجود
اپنی فطرت کے سرودِ محتشم کے باوجود
مَیں تھا آسُودہ خوشی کے سائے میں
جب اسی کشتی پہ اِک چھوٹا سا "کیبن بوائے" تھا

KIETH PRESTON

اپنی تعریف میں
اخبار کا شذرہ پڑھ کر

اخبار نے مقالہ
چھاپا تیری ثنا میں
اور بانس پر چڑھایا تیرے کمالِ فن کو
باور ہُوا تجھے بھی
لہجہ ترا نیا ہے، مضمون بھی ہے تازہ، اسلوب بھی نرالا
تُو اولیا قلم کا، قندیل جان و دل کی
اپنا شمار سمجھے اُونچے مفکّروں میں

IRWIN EDMAN

فیصلہ دِل کا

مختصر سی کوئی سطر
ایک جُملہ ، ایک لفظ
دفعتاً کر دے اُداس
ڈوب جائے ، سارا منظر آس پاس
کوئی جانی دوست کہہ دے — " الوداع "
کوئی یہ لِکھے کہ پیسے بھیج دو
یار سے قطعِ محبّت کا پیام
ایک جُملہ ، ایک لفظ
دِل میں اِک گھمبیر ، نَم افسردگی پیدا کرے
زندگی سے برہمی پیدا کرے
زندگی کے دوسرے رُخ کو بھی دیکھا چاہیئے

کوئی کہہ دے ___ تو ہے میری زندگی

" چاندنی ___ راگنی ___ بانسری "

" باعثِ آبادیٔ ما پائے تُست "

" گانٹھ نکٹائی کی ہے کِتنی دُرست "

" مَہرِ خوشی کی موج ہے تیری نظر "

" روشنی کی اَوج ہے تیرا ہُنر "

" تیرے دانتوں میں نہیں کوئی خلا "

" ایک چیک ملفوف ہے دس پونڈ کا "

ایک جملہ ، ایک لفظ

سَر سے پا تک ، شہد کا رس گھول دے

اِک نئی اُمید کا در کھول دے

PHYLLIS MCDINLEY

زندہ دل بُوڑھا

میرے قصبے کا اِک بُوڑھا
تیس برس سے پنشن کھاتا
اپنے آپ کو چھوکرا سمجھے — تیرہ چودہ سال کا
شہر میں کوئی میچ نہ چھوڑے کرکٹ اور فٹ بال کا
چوک میں آ کر،
باغ میں جا کر: بچّوں کی ٹولی کے اندر
شور مچائے، ڈنٹر پیلے
کرے کلیلیں
دَوڑے آنکھ مچولی کھیلے
چُوسے گنّا، کھائے کیلے

گلے میں پتلی؛ نیرو بی یا کمپالا کی ہنسلی ڈالے

سر پر جو کچھ بال بچے ہیں
لٹیں پروئے، کچیں نکالے
بچّہ تو خیر اب وہ کہاں ہے

لیکن بوڑھا بھی کب چاہے ستّر اسّی سال کا
شہر میں کوئی میچ نہ چھوڑے کرکٹ اور فٹ بال کا

EDWARD LEAR

افسر خط لکھواتا ہے

افسر خط لکھواتا ہے
اپنی حسیں، نوخیز، نکیلی، بانکی، شوخ "اسٹینو" کو
سوچ کی لہریں لفظ ٹٹولے
دائیں گھومے، آگے کھسکے، بائیں ڈولے
پنسل رکھ کر، نئے سگار کا ڈبّہ کھولے
پھیرے ہاتھ کبھی وہ اپنے چپڑے چپڑے گالوں پر
سر کے کترے بالوں پر
بھینچ کے ہونٹ کرے کچھ ــــــ "من مِن"
ناک کبھی کھجلاتا ہے
ذرا ذرا سا گاتا ہے
افسر خط لکھواتا ہے

JOHN HOLMES

قبر کتبے

(۱)

(میاں بیوی کی مشترکہ قبر پر)

اس قبر کے قبّے کے نیچے
ہم موت کی نیند ہیں سوئے ہوئے
یعنی میَں اور میری زوجہ
اُس کا مُنہ مغرب کی جانب، میرا مُنہ مشرق کی جانب
محشر کے گجر کی "دھپ" سُن کر
وہ مجھ سے اگر پہلے اُٹھّی
میَں جاگ کے پھر سو جاؤں گا۔

(نامعلوم)

(۲)

ایک جوانامَرگ احْمَق

آں جہانی ایک
احْمَق شخص تھے
یہ تو تھا معلوم مرجائیں گے آپ
لیکن اِس پُھرتی کے
کیا کہنے جناب ؟

FRANCIS WINTING MATCH.

(۳)

ماہرِ تعمیرات کی قبر پر

تیری تُربت پہ مٹّی کے
گراں تودوں سے ظاہر ہے
کہ تُو جو شے بناتا تھا
بہت بھاری بناتا تھا
جہاں نصف اینٹ لگتی تھی
وہاں پتھر لگاتا تھا،
نمک دانی بنانی ہو تو الماری بناتا تھا

ABEL EVANS

(۴)

ہوٹل کے گھاگ بیرے کی تدبیر

ہوٹل کے بوڑھے بیرے نے
میکنتوسن کو موت آئی ہے
موصوف رہے مصروف بہت
اب اسّی سال کے بعد آخر
اللہ سے آنکھ ملائی ہے

DAVID MECORD

(۵)

بیوی کی قبر پر

میری بیوی
قبر میں لیٹی ہے جن ایّام سے
وہ بھی ہے آرام سے اور
مَیں بھی ہوں آرام سے

JHONN DRY DEN.

اندازِ دِلبری

جس کو عورت کرے پسند
اُس کن راکھے اَکھیاں بند
کپڑے کِتنے بھی ہوں تنگ
جکڑا، پکڑا، اِک اِک اَنگ
جتنی تنگ اُتنی خورسند
کس کر باندھے چاروں بند
بے شک دو کپڑا دو چند
تنگ لبادہ بڑا پسند

ROBERT HERRICK

روشنی کے اندھے

بہت لوگ ہوں گے
کہ جو دیکھ لیتے ہیں، دن دوپہر کو
فلک کی کسی کھوہ میں، یا گپھا میں
کوئی دھندلا دھندلا۔ اکیلا دُکیلا
ہمکتا سا اک ننھّا مُنّا ستارہ
مگر ایسے انساں بہت کم ملیں گے
کہ جو دیکھ پائیں
دمکتی ہوئی کہکشاں آسماں پر
مسرّت کا جو دودھیا راستہ ہے۔

DAVID MECORD

سخت گیر باپ

جیک اور جِل اور انڈرہل

تینوں بچّوں نے جب مِل کر

گھر میں کھڑبڑ شور مچایا

اُچھلے، کُودے، چیخے، دھاڑے

الماری میں برتن توڑے، دروازوں کے پردے پھاڑے

باپ ان کو دریا پر لایا

اِک اِک کرکے، پُل اُوپر سے، تینوں کو دریا میں گرایا۔

تیسرا بچّہ، شاید جِل یا انڈرہل تھا

جب دریا میں ڈوب رہا تھا

قبلہ والد ماجد بولے

بچّوں کو بس دیکھا جائے، سُنا نہ جائے!

HARRY GRAHAM.

بادلوں کا کھیل

"وہ بادل پارہ دیکھتے ہو"

"ہاں دیکھتے ہیں"

"جی دیکھتے ہیں"

"اک اونٹ ہے بوجھ اٹھائے ہوئے"

"ہاں! بے شک! بے شک!

جی بالکل! بالکل"

"اک اونٹ ہے بوجھ اٹھائے ہوئے"

(۲)

"یہ اونٹ نہیں اک گیدڑ بھورا

"ہاں! بے شک! بے شک!"

جی بالکل! بالکل!

"یہ اونٹ نہیں ہے"
فی الحقیقت ہے گیدڑ - ماں باپ سے گیدڑ

(۳)

"گیدڑ بھی کہاں ہے؟ - گھوڑا ہے چھریرا"
"ہاں! بے شک! بے شک!"
"جی! بالکل! بالکل!"
"گھوڑا ہے چھریرا — اور ساتھ بچھیرا"

(شیکسپیئر سے ماخوذ)

انگلستان بُلاتا ہے

اے سیّاحو، آؤ! آؤ!
انگلستان بُلاتا ہے،
پیرس اور نیویارک میں آخر ایسے کون گلابی چہرے
ایسی کون شرابی آنکھیں
لوگوں کو للچاتی ہیں

ایسی کیا من موہنی چیزیں ہیں جو من پہ چھاتی ہیں
انگلستان کے شہروں میں بھی ایک پرانا جادو ہے
دھیمی دھیمی خوشبو ہے
خوشبوئے آہستہ خرام

گلیاں، شہر، محلّے، کوچے شام پڑے سو جاتے ہیں

جیسے کوئی کام نہیں

کوئی مہکتی رات نہیں ہے، کوئی چہکتی شام نہیں
نیند کے جھونکے۔ یا پھر "انکم ٹیکس" کے کاغذ سستے ہیں
بجلے ہوٹل، خواب سرائیں

رین بسیرے، درین ڈیرے
نگر نگر کے دنگ مسافر، سانجھ سویرے، شام اندھیرے
آسکتے ہیں، جا سکتے ہیں
لیکن "غسل" نہیں کر سکتے
گھنٹی چُپ، دیواریں کالی
"بیرے" بہرے، بُوڑھے مالی
ساقط سارے کھیل تماشے، فلم ڈرامے
جن میں ایکٹر سوتے وقت بھی
پہنے پہنیں نرم شلو کے، چھوٹے کُرتے، تنگ "پجامے"
ماہی، کاہی —— مرغنے ماندے

آلو قتلے، حلبس بساندے
لیکن اے پیارے سیاحو!
آؤ! آؤ! انگلستان بُلاتا ہے!!

SIR. A. P. HERBERT.

ہوٹل

جو تُو مُلتان میری جان جائے
نہ ہوٹل "میم" میں ہرگز ٹھہرنا
نہ ہوگا پیٹ کی خاطر نوالہ
نہ کوئی شخص گھنٹی سُننے والا

TOM HUGHES

اُڑنگ بڑنگ

بجلی کا "بل" آتا ہے
پنکھے، لیمپ، مشینیں، یخ الماری، جھاڑو، استریاں
چکّی، چولہا ـــ سب بجلی سے چلتے ہیں
بجلی کیونکر بنتی ہے ؟
کیسے آتی جاتی ہے ؟
مجھ کو کچھ معلوم نہیں

(۲)

ٹن ! ٹن ! ٹن ٹن !
ٹیلیفون !
"کال" ملاؤ ـــ "کال" سنو !
آج کے دور کا انساں اپنی آدھی عمر بتاتا ہے
"ٹیلی فون" گھمانے میں

"روزانہ کے نُخرے، دُہرے فقروں کو دوہرانے میں
"موسم کا کچھ حال کہو"
کھیلو گے فٹ بال کہو"
کیسا ہے وہ "ہال" کہو
"کیا تم اپنی نیلی ٹوپی مانٹریال سے لائے ہو"
یا "چکوال" سے لائے ہو"
"چاند گہن کی رات سُنا ہے بنتو ڈھول بجاتی تھی"
"ہیمرن کافی گاتی تھی"
اللہ بخشے، تیری بیوی قیمہ خوب پکاتی تھی"
"آدھا خود کھا جاتی تھی"
"ٹیلیفون" پہ باتیں کرتے آدھی عمر بِتاتی تھی"
"ٹیلیفون" کا سسٹم کیا ہے
اِنجر، پنجر، پیچ گراری، لشٹم پشٹم؟ مجھکو کچھ معلوم نہیں!

FOREST IZARD

باعثِ تاخیر

صُبح کہ شام

ہم بھی دیکھیں، تم بھی دیکھو، گھر گھر ہے یہ منظر عام

گھر سے نِکلے جب کوئی نار

اُس کا چلنا ہے دشوار

اِس کا سبب کیا ؟

اس میں عجب کیا !

پہلے بنائے اپنی رائے ــــــ "جائے نہ جائے ؟

پھر وہ اپنے ہونٹ بنائے

پھر وہ اپنی ناک سجائے

زُلف جمائے

جب کہیں نِکلے

تب کہیں جائے !

RAL.H PRESTON

بادشاہ کی آمد، ہوائی جہاز سے

ایک بوڑھے کسان کا چھپّر
تھا کسی شہر کے مطار کے پاس
اک ہوائی جہاز سے اک روز
ملک کا بادشاہ بھی اُترا
راہ چلتے مسافروں کی طرح
یا جگت سیٹھ تاجروں کی طرح
سر سے ننگا چھڑی ہلاتا ہوا
ہاتھ ہر شخص سے ملاتا ہوا
دیکھ کر بادشاہ کا یہ رنگ
سوچتا تھا کسان (دل میں دنگ)
ان کا گھوڑا کہاں گیا یارو!
ان کی بندوق کیا ہوئی لوگو!

اور وہ جو کمر میں پٹکا تھا؟

لشکرِ روم و رے میں جس سے کھٹکا تھا

کوئی خنجر نہ جھول داری ہے

بادشاہوں کی یہ سواری ہے؟

شاہ صاحب۔ بغیر تاج و کلاہ

واہ وا۔ واہ وا۔ اے واہ!

ساحلِ رود بار سے گزرا

شہر سے شہر یار سے گزرا

کسی جا پر قرار بھی نہ کیا

کوئی دربار تو کجا لگتا

راستے کے گھنے ذخیرے میں

تیتروں کا شکار بھی نہ کیا۔

JHON BETTEMAN

ملّاح

ملّاح کی بیوی ـــــــ بھاگ بھری

گھر بیٹھی کپڑے سیا کرے

بیٹیا نگ شربت بیا کرے

ریشم کے دوپٹے!

جالی کے دوشالے!

کچھ بُنا کرے، کچھ سِیا کرے

اور شوہر بیول وردی میں

ہاں ساگر ساگر ـ ساحل ساحل پھرا کرے

ملّاح وہ خوش قسمت شوہر

قدرت نے عطا کی ہیں جس کو

شفّاف ، نرولی ، دُھلی سانسیں
بیوی گھر آنگن میں بیٹھی
ریشم کے دوپٹے بُنا کرے
ساٹن کے شلوکے سیا کرے
اور نٹ کھٹ شوہر ، دور عجائب شہروں میں

ہر ساحل پہ ، ہر چاند چڑھے
اِک نیا سمندر پیا کرے

WALLACE IRWIN

ایجنڈا،

کھانے کی میز پہ بیٹھے تھے

مسز جان گراہم کرسٹوفر

اس شب کو ڈِنر میں آئی تھیں

اسپین کی گندم گوں پریاں

زلفوں میں حسیں راتیں لے کر

آنکھوں میں جواں دریاؤں کی اُمڈی ہوئی برساتیں لے کر

یورپ میں جو کم کم مِلتی ہیں

وہ دِلکش سوغاتیں لے کر

خُدّام کمربستہ سے کہا

مسز جان نے ــــــ "سب بٹلر سن لیں"

اب کوئی بھی آنے مِلنے کو

(شہزادہ گلمبرگ کے سوا)

ان سے کہہ دو!

صاحب اجلاس میں بیٹھے ہیں

اک گرجا گھر کا نقشہ زیر بحث ہے خاص کمیٹی میں

EDMAND BENTLAY

دو طبیب

ایک طبیب مریض کے سر پر اگر پدھارے

وہ بیمار کو دُوجے یا تیجے دن مارے

دو طبیب اگر مل جل کر کسی مرض کا نسخہ ڈھونڈیں

مرنے والا کل کا مرتا آج ہی سمجھو گور کنارے

JOSEPH JEKYLL

مشورہ

اگر پھر کبھی وہ تیرے پاس آئے
انگوٹھی دکھائے
تیرے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر
محبّت جتائے
تو فیتے سے تم اس کا قد ناپ لینا
اگر قامتِ یار چھ فٹ سے کم ہو
تو پیاری سہیلی اُسے "ہاں" نہ کہنا

۲

اگر ہونٹ اُس کے گلابی نہیں ہیں
اگر اس کی آنکھیں شرابی نہیں ہیں

نہیں ہاتھ اگر برف سے اُسکے اُجلے
اگر ناک میں "تمکنت" نہیں ہے
اگر بازوؤں میں گرانی نہیں ہے
کسی کام کی وہ جوانی نہیں ہے
اگر ساگ خوش ہو کے کھاتا نہیں وہ
کسی بات پر مسکراتا نہیں وہ
تو پیاری سہیلی اُسے ہاں نہ کہنا

۳

وہ آئے اگر اور اس کے لئے تو
ٹرالی سے پیالی میں چائے بنائے
مگر وہ اُسی وقت اخبار لے کر
ترے نرم صوفے میں دھم ڈوب جائے
تو سمجھو کہ ہے سخت مصروف انساں
رئیسِ ریاست، کسی محکمے کا کوئی "باسِ اعلیٰ"

کوئی معتبر شخص، یا لکھ پتی سیٹھ "صابون والا"
کوئی آرٹسٹ یا مفکرؔ، سخنور
خود اپنی تہوں کا نہفتہ شناور
تو پیاری سہیلی اُسے ہاں نہ کہنا

(باسؔ" انگریزی Boss)

روشنی کی سرحد

ذہن میں رِم جھم کرتی ہے یہ ایک ترنگ جوانی کی
بن جائے یہ ساری دھرتی سیج کسی مستانی کی
گلیوں گلیوں گھومے پاگل، گھر گھر کی دربانی کی
دل میں اُترے کوئی سندری مندری پہیت نشانی کی
اِس کارن ہر کشٹ اُٹھایا، ہر مشکل قربانی کی

کون فقط آنکھوں کا سودا، کون ہے دل کا پیار میاں!
اصل حقیقت کھلتی ہے چالیس برس کے پار میاں!
ہشیار میاں!

نگر نگر جو من بنجارے لڑکے بالے پھرتے ہیں
اہلے گہلے سُرمہ ڈالے "پٹیّے"[1] نکالے پھرتے ہیں
گھبرو نوخیزوں کے رنگا رنگ رسالے پھرتے ہیں
چِٹ مکھڑوں پر لمبے لمبے بالوں والے پھرتے ہیں

اِن پر جان نہ وار "کُڑیے"[2] مت جیون بازی ہار کُڑے
اصل حقیقت کھُلتی ہے چالیس برس کے پار کُڑے
ہشیار کُڑے

W.H.D. THAK[illegible]

[1] پنجابی لفظ ——— بمعنی مانگ

[2] پنجابی لفظ ——— بمعنی لڑکی

آرٹسٹ

یہ مصوّر، زماں کا بیندہ
ایک بیوی بھی ہے رفیقِ حیات

آج تک جتنی عمر گزری ہے
ریگِ غربت میں رینگتے گزری

چار جانب کھڑی ہیں تصویریں
مارکٹ میں نہیں ہے جن کی مانگ

یہ جہاں لاکھ خوبصورت ہو
آرٹسٹ کو ذرا پسند نہیں

دخل دے کر خدا کے کاموں میں
ڈھال دے کوئی نقش اوٹ پٹانگ

مارکیٹ میں نہیں ہے جس کی مانگ
اپنی دُھن میں غریق، مست مگن
جس پہ قادر ہے ـــــــــــ وہ نہیں کرتا

جو نہ بن پائے ، وہ بناتا ہے
زندگی کا دروں دِکھاتا ہے
اور اس جُرم پر زمانے میں
خواہشِ واہ وا بھی رکھتا ہے
آرزوئے بہا بھی رکھتا ہے

SIR. WALTER RELIEGH

پکّی ڈور

ہم میاں بیوی تو تھے
مختلف دونوں کے تھے رسم و رواج
مختلف نہجِ مزاج
بندھ گیا چھلنی سے چھاج
"ہم ہی کر بیٹھے تھے تالی پیش دستی ایک دن
یعنی تگڑی سی لڑائی ہو گئی
شام وہ — شامِ جدائی ہو گئی
لیکن اگلی صبح جب میں جا رہا تھا کام پر
کھا کے نانِ خشک پر سوکھا "بٹر" ۔ ٹوٹا مٹر
بس کے اڈّے پر کھڑے دیکھا اُسے با چشمِ تر

اُڑ گیا تھا چہرۂ زیبا کا رنگ

میرے دل میں بھی رنگ اُٹھی رفاقت کی اُمنگ
مَیں نے ٹوپی ہاتھ میں لے کر کہا ۔ "گُڈ مارننگ"
جَل کے بولی ۔۔۔ چل یہاں سے دُور ہو
دور ہو ۔۔۔ مقہور ہو
لیکن اِک لحظہ کے بعد
میرے پہلو میں لپک کر جِھم جِھماتی آ گئی
"پرنس" پر طبلہ بجاتی آ گئی
میری صبحِ تابدار
مجھ سے جو بچھڑی تھی کل شب ۔ جگمگاتی آ گئی
دیکھ لی تھی اُس نے بھی میری نگاہوں میں نمی

BUTTER

انسان اور بندر

اِس قبر کے اندر سوتا ہے جو بندہ — پہلے بندر تھا
صدہا صدیاں ایسے گزریں
قدرت جب تک، تنگ کر اُس کو
(اس بندر کو)
لاچار ہوئی بیزار ہوئی
پھر جگ میں "بندر مار" ہوئی
اور اِک منصوبے کی رُو سے
انسان بنا
جو بندر تھا

لیڈی رشی کی عمر

رشی کی عمر کا سوال
نہیں جواب کچھ محال
لباس بہتریں ہو جب — جراب ریشمیں ہو جب
گلے میں پھول ہار ہو — کلائی دل بہار ہو
نظر شراب ، گال لال
رشی کی عمر بیس سال
اگر نہ ہو رشی کے پاس ۔ زر و جواہر و لباس
لبوں پہ سرخیاں نہ ہوں ۔ نظر میں بجلیاں نہ ہوں
نہ چوڑیاں ، لٹک مٹک ۔ نہ جھانجھریں چھنک جھنک
رشی کی عمر ؛ کیا خیال
آٹھ کم پچاس سال !

. MATEW PRIOR

جنرل منٹگمری کے نام

[فیلڈ مارشل منٹگمری دوسری عالمگیر جنگ میں برطانیہ کے کامیاب ترین سپہ سالار مانے گئے تھے۔ ض]

ہم نے بھیجا ہے اک تحفہ
ایک قمیض اور ایک پاجامہ
سسلی ہو یا روم، سلرنو
اٹلی، پٹ لی، پھر بھی اس کی دلدل کافر
کچی خندق، پکا "بنکر"
آپ جہاں ہوں ــــــــ باہر اندر
جنرل صاحب کام آئے گا
یہ کرتا اور یہ پاجامہ
پہنو جنوری، پہنو دسمبر

H. F. ELLIS

پادری صاحب کا گھوڑا

ایک بُوڑھا پادری
جا رہا تھا اپنے گھوڑے پر سوار
راستے میں ایک بستی کے قریب
اِک کسانِ سادہ ان سے پوچھ بیٹھا اِک سوال
پادری صاحب نے فوراً روک لی گھوڑے کی باگ
اور اُتر کر ایک نیلے کھیت میں
ایک لمبی عالمانہ بحث کی اِس مسئلے کے بیچ میں
آخری جُملہ تھا سُن اے نیک مرد
" ماس بھی ہوتا ہے گھاس "
یہ سنا تو چلبلے گھوڑے نے گردن موڑ کر
کاٹ کھائی پادری صاحب کی ٹانگ

(نا معلوم)

نوحہ

(ایک خود غرض سیاستدان کی موت پر)

گھر کے دالان میں لاش رکھی ہوئی ہے
لاش لیٹی ہوئی ہے
بڑی قیمتی، ریشمی چادروں میں
اچانک ہی کل
ایک کیلے کے چھلکے سے پھسلا
گرا اور گر کر نہ اُٹھا
زن و مرد کا اک ہجوم فراواں
کھڑا ہے سرہانے
مگر اس ہجوم فراواں میں بس ایک میں ہوں فسردہ
فقط ایک مَیں رو رہا ہوں
کہ یہ شخص پھانسی کے پھندے سے کیوں بچ گیا ہے

HILAIRE BELLOC

عجائب گھر میں

(ایک انسانی ڈھانچے سے خطاب)

اے بزرگِ محترم !
بات دُکھ والی ہے لیکن کتنی سچّی بات ہے
میں بھی اندر سے ہوں تیری ہی طرح
بلکہ تجھ سے بھی سوا دیمک زدہ
فرق بس یہ ہے ابھی میرے بدن پہ گوشت ہے
بخت اگر یاور ہوا تو ایک دن تیری طرح
میں بھی تاریخی نوادر میں کھڑا ہو جاؤں گا
اے بزرگِ محترم !

RICHARD ARMOUR

سردار

سردار ہمارا

جب دُھوپ میں بیٹھا

کہنے لگا — "گرمی"

جب سائے میں لیٹا

کہنے لگا — "سردی"

گرمی پہ بھی — "اُف اُف"

سردی پہ بھی — "ٹُف ٹُف"

سرتاج ہمارا

معراج ہمارا

سردار ہمارا

آزاد ہمارا

ہوا باز اپنی محبوبہ سے

مری جاں تیری ہمت
میں آسمانوں کی پہنائیوں سے
ترے آستانِ محبت کی جانب
شبستانِ ناز و نزاکت کی جانب
اُڑا آ رہا ہوں
زمیں پر قدم رینگتے رکھ کے آؤں
مسافت، فٹوں اور انچوں میں ناپوں!
مری بے کلی کو گوارا نہیں ہے
مجھے سست گامی کا یارا نہیں ہے

FRANK SIDGWICK

سحر خیزی

صُبح کو جب بے کل چڑیوں نے
شور مچایا
ہمیں بھی عقل کے جھانوں نے آن جگایا
" نیند کی مَر چادر کو چھوڑو !"
" اُٹھو ! جاگو ! بھاگو ! دوڑو !"
شام کو بھی، جب چڑیاں سوئیں پر پھیلا کر
ہمیں لِٹا کر، شام کو محوِ خواب کیا
اِس دُنیا میں سب سے پہلے جس نے سحر بیداری سوچی
جو بھی تھا وہ !
جو کچھ بھی تھا وہ !
اس ظالم نے ہم کو سخت خراب کیا !

JHON GOD FREY SAXE

دوزخ

آدمی جو شراب پیتے ہیں
سو برس تک بھی مست جیتے ہیں
بُزدل جو آب پیتی ہے
شاذ ہی بیس[2] سال جیتی ہے

(نامعلوم)

احمق تریں پاگل

حمد خدا کی جس نے بنایا
"انگلش مین" سا پاگل انساں
نوعِ بشر میں
سب سے زیادہ احمق پاگل

RUDYARD KIPLING

سینما ہال میں

چل رہی فلم ۔ ہم بیٹھے تھے " سینما ہال " میں
چار سو اِک گھُپ اندھیرے کی شبِ سیّال میں
تاگہاں ! ــــــــــــــــ
میرا گھُٹنا، داہنی جانب برابر ایک گھُٹنے سے لگا
آج تک
شاعروں نے ایسا " سانیٹ " کب لکھا !
جس میں ہو عنوانِ محبوبی سے " گھٹنوں " کی ثنا

میں کہاں سے لاؤں ایسی " پھول پتّوں کی زباں "
کر سکوں جس سے بیاں

وہ حرارت، وہ چمک، وہ سحر، وہ چنگاریاں
جو تھیں اس نادیدنی پیکر کے "گھٹنوں" میں نہاں
گھُپ اندھیرے کی شبِ سیال میں
چل رہی تھی فلم - ہم بیٹھے تھے "سینما ہال" میں

SIR. A.P. HERBERT.

مرد کا دل، عورت کی زباں

جب اجل آتی ہے اور مرتا ہے مرد
زندگی کی آخری ساعت تلک دھڑکے گا دِل
ہر نفس کے متصل
جب کوئی خاتون طے کرنے لگے کارِ جہاں
آخری ساعت تلک چلتی رہے اُس کی زباں

بس ڈرائیور کا مسئلہ

میں جس سے محبت کرتا ہوں
وہ نارِ غضب کی تیز میاں
گفتار میں قینچی کی لپ شپ
رفتار میں اک آندھی چکر
جب وصل کا وعدہ کرتی ہے
(تیزی اُس کی فطرت ٹھہری)
اک شب پہلے آجاتی ہے
اور شب بھی وہ شب
جب چکر میں ہو "روٹ" مرا
اُترا ہوا کالر سوٹ مرا
ٹوٹا ہوا "بوڑھا بوٹ" مرا

جب بس ہو دُور بنُوڑے سے
پھٹ جانے ٹُاٹر روڑے سے

سوانحمری[1]

کوٹ سن اکیس[21] کا، پتلون سن بائیس[22] کی
ہیٹ اک میلہ چکٹ ڈھنڈھار، ماضی کا کھنڈر

ہاں مگر جوُتے کھری پالش سے چمکائے ہوئے
اپنی ساری عمر گزری ہے اسی انداز سے

DOROTHY PARKER

اِنتقام ۱

حوّا بی بی نے آدمؑ کو
خُلدِ بریں سے نِکلوایا تھا
جب بھی یاد آیا یہ قِصّہ
مَیں اپنی بیوی سے بولا
"بی بی! ۔ لے اب اپنا حِصّہ"

اپنا قرض اُتارا مَیں نے
بیوی کو دے مارا مَیں نے

A. E. HUSMAN

ٹیلر کا عشق

BENJAMIN FRANKLIN

ٹیلر اور اس کی رفیقِ زندگی
ماریا ۔ مریا و مریانہ بھی کہتے ہیں جسے
ایک شہرِ خورد و ساماں بُرد میں رہتے ہیں وُہ
زندگی کو — دو دِلوں کی "چاندنی" کہتے ہیں وُہ
صبح کو جاتا ہے ٹیلر ماسٹر جب کام پر
اپنا فِتیہ تھام کر
چُوم کر جاتا ہے مریا کے لب و رخسار کو
کیا خبر اس کو کہ پیرس کی حسینانِ جواں
عہدِ نَو کی بجلیاں
خوش رُویانِ سر بلند

اب کہاں تک کھُل گئے ہیں ان کے "اسکرٹوں" کے بند
ٹیلر اِک چھوٹا سا ٹیلر ماسٹر
جو فقط سیتا ہے چھ آنے میں بچّوں کے فراک

NEW MAN LEVY

نُقطۂ نگاہ

اللہ بچائے !
اُس نثرِ کثیفی سے
جس میں نہ ہو منطق
اُس نظمِ تہی سے
جس میں نہ حلاوت ہو، نہ تاثیر، نہ سنگیت

J.K STEPHEN

سیّاح خاتون

اِک بھونڈی، بھدّی، موٹی، گول مٹول سی عورت
ڈانواں ڈول سی عورت
دیکھ رہی ہے اجنبی شہر کی اک اک چیز کو دیدے پھاڑے
نظریں گاڑے

حیرت سے
لیکن اس کے اپنے گرد بھی
شہر کے لوگوں کا اک حلقہ پیہم چلتا جاتا ہے
ان سڑکوں پر اتنی بھاری مُوسل ٹانگیں
لوگوں نے کب دیکھی تھیں ؟

F.R.SCOTT

تلافی

اتوار کے دن توبہ کر لی
نادم بھی ہوئے
ہفتے بھر کی ہر لغزش پر

لغزش —— جو ہوئی تھی کل سرزد
پھر آنے والی کل ہوگی
بالکل ہوگی
ہاں کل ہوگی، پرسوں ہوگی !

T. R. YBARRA.

میں خود سے کہہ رہا ہوں

میں خود سے کہہ رہا ہوں اور کب سے کہہ رہا ہوں

اے شخصِ سر نہادہ

ہے کیا ترا ارادہ

اس شہر سے نکل چل

شاید کہ مِل ہی جائے

اِک صبحِ سر کشیدہ

اِک شامِ خوش لبادہ

اِک آفتابِ تازہ

اِک نجمِ برق زادہ

اِک لمحۂ بے سلاسل

اِک موج، پاکشادہ
نیلے سمندروں میں
مَیں خود سے کہہ رہا ہوں اور کب سے کہہ رہا ہوں

اے شخصِ سر نہادہ
اس شہر سے نِکل چل!

EDWARD LEAR

پونٹڑوں کے رئیس

راؤ صاحب امیر زادے ہیں
ان کے محکوم پا پیادے ہیں
دُور تک باغ و راغ ان کے ہیں
شہر میں سب چراغ ان کے ہیں
کھیت ہیں شاد آتے ہیں
لوگ بوتے ہیں، آپ کھاتے ہیں
پونٹڑوں کے رئیس تھے والد
پونٹڑوں کے رئیس ہیں خود بھی
بند رہتے ہیں اک حویلی میں
جس کے اندر ہوا نہیں جاتی
جس سے باہر صدا نہیں آتی

J. C. BOSSDY

پاگل کُتّا اور انگریز

پاگل کُتّا اور انگریز
گھومیں گرم دوپہروں میں
بپھری جیون لہروں میں
ویرانوں میں، شہروں میں
جن خطّوں، ڈھوکوں ڈھاروں، قصبوں، پاڑوں اور شہروں میں
موسم ہیں مرطوب بہت
ابر فراواں، دھوپ بہت
اُن خِطّوں، ملکوں، نگروں کی اُمسی گرم دوپہروں میں
نیند لگے مرغوب بہت

گھر سے باہر کم کم نکلیں

چینی بھی جاپانی بھی
کالے ہندوستانی بھی
برمی اور ملائی بھی
تھائی بھی
ہانگ کانگ کے باسی، ارجنٹینی اور اسپینی بھی
دھوپ پسینے گرمی سے کترائیں لوگ
گھر آ کر بنیان پہن، سارونگ اُڑس کر لمبے پڑ پڑ جائیں لوگ
جی بھر کر سستائیں لوگ

لیکن اس مرطوب ہوا
اس چبھتی دھوپ، اِن خواب آور ہلکوروں میں
چھلکے نیند کٹوروں میں
پاگل کتا اور انگریز

گھومیں گرم دوپہروں میں
ویرانوں اور شہروں میں

سڑک بند ہے

بورڈ لگا ہے اے رہرو
رستہ ہے دشوار گزار
آدم ذات کا ذکر ہی کیا
گیدڑ بھی دیکھا لاچار

لارڈ کلائیو

کلائیو کی یہ بات آئی پسند
کہ وہ مر گیا

لوہے کی فتح

جس مکاں میں وکیل رہتا تھا
اب وہاں اک لوہار رہتا ہے
موت تانبے کی فتح لوہے کی

محبت

محبت جو بکتی ہے ذہنِ بشر میں

کہیں دیرپا ہے —— کہیں دلرُبا ہے

کہیں خوش نظر، خوش بیاں، خوش ادا ہے

مگر وُہ جو اِک جذبۂ جسم جُو ہے

(نگاہوں کی فرمائشِ رنگ و بُو ہے)

(وُہ خواہش کہ لپٹی رہے پیکروں سے)

وہ تا حدِ آخر

انیسِ دل و جان ہوتی نہیں

ستاروں کی ٹھنڈک پروتی نہیں ہے

درست نادرست

کچھ دانا، کچھ پنڈت لوگ
اکثر کہتے رہتے ہیں
اس رت میں
جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہیں
دور اور پاس ——— سب بکواس
البتہ وہ ساری چیزیں ——— وہ سب باتیں
جو ابھی انساں کر نہیں پایا
سب ہیں روا
سب ہیں درست
ہائے وہ چیزیں ——— ہائے وہ باتیں

سطرِ امروز

مختصر سی کوئی سطر
ایک جملہ، ایک لفظ
دفعتاً کر دے اداس
کوئی جانی دوست کہہ دے "الوداع"
کوئی یہ لکھے ——— "رقم کچھ بھیجئے"

مری موت پر

مری موت پر !
یہ کہیں گے لوگ ——— بطورِ شخص
یہ شخص حُسن پرست تھا
کٹی عُمر اس کی گناہ میں
شب و روز کارِ سیاہ میں
مگر اس کی جو بھی کتاب تھی
وہ ہر ایک گھر میں پڑھی گئی

سڑک کا گیت

خوبصورت بورڈ پہ لکھے ہوئے یہ اشتہار
خوبصورت لفظ، خوش خط، خوش کنار
آرٹ کے نقش و نگار
بورڈوں کے خال و خد
ان کے قد، ان کے قرینے، ناک نقشے، طول عرض
مجھکو حسرت ہے کہ میں پھر دیکھ لوں
اپنے پہلو میں درختوں کی قطار

اُستاد شاگرد

آداب ہے اُستاد جی !
کیسے بجائے بانسری
شاگرد کو سکھلائیے
لیکن ذرا فرمائیے
خود سُر بجانا سہل ہے ؟
یا ہم سے ناکندہ تراشوں کو سکھانا سہل ہے ؟
ہاں ! بانسری تو لائیے !
اُستاد جی !

افق

زندگی کی منزلِ پیری میں یہ محسوس ہوتا ہے مجھے
بڑھ گئی ہے عمر لیکن گھٹ گیا ہے اعتماد
تھم گئی بادِ مراد
جتنی عقل آتی رہی اتنی خوشی جاتی رہی
زندگی کے رنگ دھارے سو گئے
شہر کے دونوں کنارے سو گئے
جو خوشی تھی میری ساعت آشنا
وہ خوشی جاتی رہی
چاند ٹھوکر میں ہے لیکن چاندنی جاتی رہی

ووٹ

لِیڈری ہو یا کوئی اَور
بے شک لاکھ لگائیں زور
بے شک روز مچائیں شور
میں تو جب ڈالوں گا ووٹ
پہلے دیکھوں گا منشور
امن کی خوشبو کتنی پاس
جنگ کا شُعلہ کِتنا دُور

سخن فہمی

آڈن[1] کی شاعری

اِن کے

اِنسان کے نام رفق و محبت کا اِک پیام

ہر بات سوم رس

ہر شعر شہد جام

لیکن عوام کیلئے مہمل یہ سب کلام

---

[1] آڈن (AUDEN) انگریزی زبان کا ممتاز شاعر

عوام و خواص

عجلت و اضطراب، جوش و خروش
یہ تو شیوہ ہے عام لوگوں کا
تم کہ ہو بندگانِ خاصِ زمیں
تم مزے سے نچنت بیٹھے ہوئے
اپنی عینک کو صاف کرتے رہو

(نامعلوم)

محنت اور فرصت

محنت، خوشبودار پسینہ
فرصت، قرض کا الٹا زینہ
محنت، گندم دھان اُگائے
فرصت، بھوک اور فاقہ لائے
محنت، اک پیہم خوش حالی
فرصت کرے خزانے خالی

محنت!
شام کے آٹھ بجے گھر بستر لینا
چین سے سونا

فرصت!
اپنی اکثر راتیں جاگ جاگ بسر کر دینا
صحت کھونا

محنت !

جتنی بڑھتی جائے ، اتنی برکت عظمت لائے

فرصت !

جتنے پر پھیلائے ، اندر سے انسان اتنا ہی گھٹتا جائے

لیکن جس سے پوچھو پیارے

یہی پکارے ۔ فرصت ! فرصت !! فرصت !!

محبّت

محبّت

جو پلتی ہے ذہنِ بشر میں

کہیں دیرپا ہے

کہیں دِلربا ہے

کہیں خوش نظر، خوش بیاں، خوش ادا ہے

محبّت کے اُس جذبۂ جسم جُو سے

(نگاہوں کی فرمائشِ رنگ و بُو سے)

وہ خواہش کہ لپٹی رہے پنکھڑیوں سے

وہ تا حدِ آخر

دلنشیں دل و جاں ہوتی نہیں ہے

ستاروں کی ٹھنڈک ہوتی نہیں ہے

خود نگر رئیس

اِک رئیسِ خود نگر کو دی خبر اِک شخص نے

آپ کا نوکر کمیٹی گھر کی لاری کے تلے کچلا گیا

دوپہر کو شارعِ فردوس پر

حادثہ کچھ اس دھماکے سے ہُوا کہ اُس کا جسم

کٹ کے دو ٹکڑوں میں اِک شیشم کی جڑ پر جا گِرا

سُن کے یہ خونی خبر — بولا رئیسِ خود نگر

اے میرے اچھے نامہ بر!

مجھ کو وہ ٹکڑا تو لا دے

اس کے مسلے اور کچلے جسم کا

اے میاں!

جس میں تھیں میرے "کچن" کی چابیاں!

CAPTAIN BARRY GRAHAM

گھوڑا اور لگام

(جنوبی افریقہ کے ناول نگاروں سے)

ٹھیک ہے
ضبط اچھی چیز ہے
لیکن اتنی بھی نہ کھنچ جائے لگام
جس پہ اک دن ناگہاں
صبح کو معلوم ہو
آپ کا گھوڑا گزشتہ شب
اچانک مر گیا،

ROY CAMPBELL

ایک پہیلی

اُس نے اپنے آپ کو
اُس نے اپنے بیٹے کو
اُس نے اپنی بیوی کو
اُس نے اپنے کُتّے کو
زندگی کے راز سمجھائے بہت
نکتہ ہائے نازک و باریک بتلائے بہت
راگ میں حکمت کے گُر — گائے بہت
اَب یہ بتاؤ تم کہ اِس عقل و خِرد کے باب کو
زندگی بھر اپنے روز و شب میں چمکائے گا کون ؟
ڈھال کر سُر تال میں، گائے گا کون ؟
ہر قدم پر یاد کرتا، بھولتا جائے گا کون ؟
اور ہاں جھنجھلا کے ٹھکرائے گا کون ؟

RALPH HODGSON

گرمی کا موسم

کاہلی میں شور بور

کام چور

سر گراں وحشت کا زور

ذہن میں چھا جوں پسینہ ہے رواں

بعض وقت

مجھ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں

ٹوٹ جاؤں گا کِرن کے بوجھ سے

DON MARQUIS

شہر کولون،

مَیں فن کار
گلے میں ڈالے
سات سُروں کا تاشہ باجا
گلی گلی سے گاتا گزروں
شہر میں دیکھے دو ہی ٹھکانے
جن میں دِل کچھ اٹکا، بھٹکا
اِک گِرجا ہے، اِک مے خانہ!!

○

اپنی آواز

کیٹس[1] کا لہجہ نشیلا بھی، رسیلا بھی بہت
اور شیلے[2] کا بھی ہے اسلوب خوب
لیکن اے طبع رسا
تجھ کو جو کہنا ہے، اُس احساسِ جاں کے واسطے
لفظ اپنے سانس کی خوشبو سے بُن
خاص اپنے ساز کی آواز لا

MITHELL D. FOLLANS

اور ۲ے انگریزی کے ممتاز شعراء

پَیسہ

مزدور کماتا ہے پَیسہ

مخمور لٹاتا ہے پَیسہ

بنکار بیاج پہ دے اس کو

ڈاکو لوٹیں اور ٹھگ ٹھگیں

منعم دولت ایزاد کرے

دھندے پھندے ایجاد کرے

آئے جب ہاتھ جواری کے

وہ بھک سے اُڑاتا ہے پَیسہ

کنجوس بچاتا ہے پَیسہ

اور وارث کھاتا ہے پَیسہ

تاجر اس کے صندوق بھریں
اور ناریں اس کو خرچ کریں
کم لوگ جہاں میں ہیں صاحب!
جو پیسہ استعمال کریں!

RICHARD ARMOUR

"بشپ" کی آنکھیں

میں نے اپنے "بشپ" کی آنکھیں
آج تلک تو نہیں دیکھیں
جب وہ بولے — حرفِ دُعا
اُس کی آنکھیں بند رہیں!
جب وہ کھولے پَند کا بَند
میری آنکھیں بند رہیں

(نامعلوم)

چچی فرحت

چچی فرحت کنوئیں میں گر گئی ہیں
(انھوں نے خود ہی کھدوایا تھا گھر میں)

خدا بخشے بہت لاغر بدن تھیں
ارے لڑکو! ذرا چھلنی تو لانا۔

HARR GRAHAM.

چیمپئن

اُس کو جانیے جوان
اُس کو مانیے سلطان

جس کو شہر کا قصاب

بوٹی گول دے
پُورا تول دے

شکر خدا کا

ہم فسادی چڑ چڑے لوگوں کے سر پر دھوپ میں
اتنا پیارا —— اِس قدر رنگین ابرِ نوجواں
—— سایہ کناں!

اے خدا !
میرے خدا ۔ سب کے خدا !
تو ہے کتنا مہرباں !

E. E. WHITE

دستورِ جہاں

کچھ لوگ ایسے بھی ملے
جو دل کے مندر توڑ دیں
یاروں کے رستے چھوڑ دیں

کچھ لوگ ایسے بھی ملے
جو دل سے دل داری کریں
دکھیوں کی غم خواری کریں
لمحات پر ، جذبات پر
اک سرخوشی طاری کریں

کچھ لوگ ایسے بھی ملے
میری طرف جب ہو گزر
دیکھیں نہ مجھ کو دیکھ کر

وہ بھی بشر — یہ بھی بشر
لیکن تفاوت کس قدر ؟
کتنا کڑا، کتنا کھرا ——
دستورِ بازارِ جہاں — !

DOROTHY PARKER

زاویئے

اِک شخص کنواں کھودے
اِک شخص مشینوں سے دیکھے ہے ستاروں کو
آکاش نگاروں کو

اِس کی نظریں نیچی
اُس کی نظریں اونچی
دونوں کی ریاضت کا مقصود صداقت ہے
یہ گوہرِ تابندہ کس شخص کے ہاتھ آیا ؟

THEODORE SPENCER

ناخلف اولاد

بارش میں کل دادا جان
گھر سے نکلے پہن کے نکّر اور بنیان
پھسلے بینہ کے جھالے میں
گر گئے گندے نالے میں
سارے شہر کا ہے نقصان
ہوگیا گم اِک — " دادا جان "

HARRY GRAHAM

وارنٹ افسر جیکسن

لو دھاڑا، مر پھرا، وارنٹ افسر جیکسن
"فور فورم" ——— "فور فورم" ——— ایک دم
یعنی ہر صف چار چار!
پھر دھاڑا ——— "طاق نمبر" اپنے قدموں پہ وہیں ساکت رہیں
ایک دم!
("طاق نمبر" میری قسمت میں کبھی آتا نہیں)
پھر دھاڑا ——— "جفت نمبر" ——— اِک قدم پیچھے ہٹیں
اِک قدم ——— ایک دم!
پھر وہ کڑکا ——— میرے "کالم" کی طرف منہ کھول کر
دل میں سب لفٹ رائٹ لفٹ رائٹ بول کر
اپنی رفلیں تول کر

اب چلو ! آگے بڑھو !!
یک قدم ایک دم

دھم دھماں دھم، دھم دھماں دھم، دھم دھماں
اپنی محکم چال پر، بینڈ کی سُر تال پر
ایک ! دو !! ہاں چلو ! ہاں ہاں چلو !!
سب سے آگے کارپورل، "ڈبلیو. ایس. رین لو"

جیکسن، وارنٹ افسر ہے پُرانی چال کا
تیسرے ایڈورڈ کی ٹکسال کا
لو سُنو ! اولاً بایاں قدم ثانیاً دایاں قدم"
"دائیں اور بائیں کا پورا ناپ ہو"
"چھاؤنی سے چار چھ فرسنگ باہر چاپ ہو"

لیجئے کالم چلا
ٹام کا پہلا قدم دایاں قدم
اُس کے ساتھ ! میرا ہاتھ !!

FRANK SIDWICK

لذیذ ترین لُقمہ

وہ لُقمہ سب سے بہتر ہے
کہ جِس کو آدمی خود اپنی محنت سے کماتا ہے
وہ لُقمہ زندگی کی نعمتوں میں سب سے افضل ہے
کہ جس کو آدمی
بے ساختہ رغبت سے کھاتا ہے

(عربی سے ماخوذ)

۲
دو شاعر

اِتفاقاً ایک شاعر سے مری
آشنائی ہو گئی
مَیں کہ تھا ناواقفِ اسرارِ فنِ شاعری
ناشناسائے رموزِ نغمگی
قافیہ کیا چیز ہے، کیا ہے ردیف
کونسا گوشہ کثیف اور کونسا نکتہ لطیف
کِس بلا کا نام ابلاغ
جب ہوئی اس شاعرِ غرّا سے مِلنے کی سبیل
پھوٹ نِکلی شاعری کی رودِ نیل
گوش بر آواز میں تھا وہ صحیفہ در بغل
نغمگی کا اک محل

گیت، لمرک، نظم، قطعات و غزل
شیشۂ اشعار میں
ناخنِ فن کی حنا بندی دکھانے
لفظ کے پاتال میں
"سوزِ دردِ آرزو مندی" دکھائے
مغزِ معنی کا تھا یا اظہار کا اُسلوب تھا
خوب تھا
میں بہت مرعوب تھا
ایک دن
مُلک کے اِک دوسرے شاعر کے ساتھ
دونوں شاعر شہر کے چھوٹے سے رستوران میں
چائے کے سامان پر، دونوں کی یک جائی ہوئی
نطق آرائی ہوئی

سُن رہا تھا میں بھی ان کی گفتگو
(میں کہ تھا اب لفظ جُو)
پہلے شاعر (میرے یارِ نکتہ پرور) نے کہا
"جس پہ تم بیٹھے ہو یہ کُرسی مجھے محبوب ہے،
گود ہے اسکی فراخ"
"گدیاں اسکی گداز"
"اس کا بُھرکس خوب ہے"
"ذہن چوکس، جسم سُست"
"جس سے رہتا ہے نظامِ ہضمِ انساں تندرست"
دوسرے شاعر نے یہ سُن کر کہا
"دوستا"
کیا کہوں میرا نظامِ ہضم ہے ابتر بہت
"گیس اندر ہے بہت"

"ہو نظامِ ہضمِ انساں میں اگر کچھ التہاب"
"سلسلۂ نظمِ عالم ہو خراب"
"انقلاب اے انقلاب"

پہلے شاعر نے کہا
"اس کے یہ معنی کہ تم میری طرح
"بکسلے کی شاپ کے سگریٹ پیو"
"یہ مکاں ہے کوچۂ گمٹی گراں کی کوکھ میں"
"اس کا مالک ایک کبڑا مردِ زرد"
نام اس کا بکسلے"

"ایک سگریٹ تو یہیں مجھ سے پیو"
دوسرے شاعر نے سگریٹ تھام کر
اس کو سلگایا، جلایا، کش لگایا اور کہا
"شہرِ لندن اب تو پہچانا نہ جائے

گاڑیوں اور موٹروں کی بھیڑ میں
راستہ ملتا نہیں !

R.C. LEHMANN

فاصلہ

اچھی چیز، پیاری چیز
اکثر دُور سے آتی ہے
دن کی کرنیں
چاند کی چاندی
اُجلی برف پہاڑوں کی

اچھی چیز — پیاری چیز
اکثر دُور سے آتی ہے

PRIMUS

بچوں کیلئے

بندر

بندر ! بندر !! بندر !!!
اِک کابک کے اندر !
منہ میں ایک نوالا
بایاں کان ہے کالا
چھوڑے سیب نہ پات پتنگا
آدھا ننگا
سر سے گنجا
جیسے چھلا چقندر !
اِک کابک کے اندر !
بندر ! بندر !! بندر !!!

RONALD YOUNG

مینڈک

بس چیز ہے یہ

پندرہ بھی

لے پپو

اے گگو !

اری ستّو ! اِدھر دیکھیو !

وہ اِک لمبا تڑنگا پہلوان مینڈک !

نہایا، دھویا، ستھرا، چلبلا، پیلا، جواں مینڈک !

کنارے پر اچُھل کر آگیا جوہڑ کے پانی سے

ارے دیکھو !

ذرا اس کے کھڑے ہونے کا یہ انداز تو دیکھو

کوئی سمجھے کہ بیٹھا ہے۔

مزے سے 'چوکڑی مارے'

اُچھلتا ہے تو اڑتا ہے

ہوا کے ساتھ مڑتا ہے

کبھی سیدھا، کبھی ترچھا

کبھی پیچھے، کبھی آگے

پرندہ بھی، چرندہ بھی

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی

سب نے دیکھی

کچھ نے رکھی

کِس نے چکھی

DON MARQUIS

اسکول آ گیا

میں قصبے کے اسکول گیا
لائق تھے بہت اُستاد مرے
اب نام نہیں سب یاد مرے
پڑھنے میں بھی محنت کرتا تھا
کھیلوں میں قلانچیں بھرتا تھا
دھیرے دھیرے پڑھنا سیکھا
"ب" بلّی کو !
"ت" تیتر کو !
"پ" پنکھے کو پہچان گیا
الفاظ کی صورت جان گیا
کچھ یاد رہا، کچھ بھول گیا

J.K. STEPHEN

میں قصبے کے اسکول گیا
دھیرے دھیرے لکھنا سیکھا
کاپی لکھنی ــــ تختی لکھنا
پتھر کی سلیٹوں پر لکھنا

جو نون بنے پتلون بنے
جو میم چلے وہ جیم لگے
کیا لام کی ناک بناتا تھا
کیا سین کی ٹانگ اٹھاتا تھا

دھیرے! دھیرے!!
کچھ یاد رہا۔ کچھ بھول گیا
میں قصبے کے اسکول گیا۔

الم غلم

گئی باغ میں کنیز — دیکھی ایک عجب چیز
کبھی چوڑی، کبھی گول — آٹھ آنے سیر تول
ذرا کاٹ کے جو کھایا — مزہ آڑوؤں کا آیا
سنو مرغیوں کا شور — ناچے جنگلوں میں مور
لاؤ مار کے چھلانگ — جیسے پونچھ، ویسی ٹانگ

بڑا شیر آگیا
زبر زیر آگیا

کہنے لگا چار آنے کا صابون دو مجھے
ایک ٹوپی ایک رومال اِک پتلون دو مجھے

SAMUEL FOOTE

چوزہ کھائے خربوزہ

لالچ میں آکر تو تیر
موٹا جیسے ہو شہتیر
کھا جاتا تھا سارے ٹبر کا گاجر حلوہ اور کھیر
اِک دِن اُس کا جی للچایا
کھا گیا ایک سالم خربوزہ
جیسے ایک بھرا فٹ بال
شربت کا بھی پورا تھال
ہُوا نڈھال

آنکھیں بند اور چہرہ لال

باہر سے تو لگتا تھا وہ موٹا تازہ لمبا چوڑا

جیسے کوئی "پونی گھوڑا"

اندر سے تھا بالکل چوزہ

کیوں کھایا اس نے خربوزہ

ROY CAMPBELL

سوال جواب

۱

سر نے پوچھا "پپّو" سے پن چکی کیسے!

"اشرف" بولا ہمسائے کی گاتی جیسے

۲

سر نے پوچھا

کھانے میں کیا کھاجا بھائے

اکرم بولا

دہی کی لسّی ، دودھ کی چائے

۳

سر نے پوچھا

رنگوں میں اک رنگ بتاؤ

شیبا بولی "اودبلاؤ"

۴

سمر نے پوچھا
موٹر اچھی ہے یا گھوڑا

تاتا بولا
مجھ کو موٹر

شاما بولا
مجھ کو گھوڑا

کوکب بولا — گرم پکوڑا

چوہا

چار دنوں میں چوہی بچہ
بن گیا موٹا تازہ چوہا
چربی تھل تھل
دمچی جھل جھل
دو ٹرے چل بل
کٹ کٹ کاٹے
شب شب بھاگے
دن کو سوئے، رات کو جاگے
جسم ہے بھورا بھورا
ناک ذرا سا سوہا
ہوہا ہوہا چوہا

EDWARD LEAR

ہاتھی

دُم پیچھے اور سونڈ ہو آگے
ایسا ہاتھی عام مِلے
صُبح مِلے اور شام مِلے
دُم آگے اور سونڈ ہو پیچھے
ایسا ہاتھی کِس نے دیکھا ؟
جو کوئی ڈھونڈھے ویسا ہاتھی ،
اُس کو جانو وقت کا دشمن
میرے ساتھی !

HOUS MAN

مرغابی

وہ دیکھو جھیل کی لہروں پہ
اِک جھلمل کرتی مُرغابی
تیر رہی ہے ہولے ہولے
کھاتی ہے ٹھنڈے ہچکولے
پر پھیلائے
چونچ کو کھولے
جب یہ اپنا کھاجا کھائے
بیچ بیچ کے بل پانی میں جائے
دُم اوپر اور گردن نیچے

OGDON NASH

چھوٹے بڑے کان

ایک لڑکا دسویں میں پڑھتا، نام اس کا احسان
اُس کے تھے دو کان
لیکن اِک چھوٹا سا کلچہ، ایک لمبوترا نان
چھوٹا کان تھا سخت نکمّا
سویا، سویا۔
کھویا، کھویا
کرے نہ کوئی کام
لمبا کان نہایت چوکس، جیتے ہر انعام

(نامعلوم)

اردو شاعری کے لئے ایک مخصوص فضا کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے شاعر اسی فضا کے اندر رہ کر شعر تخلیق کرتا ہے شاید ہر زبان کی تشظیات کے لحاظ سے اپنی ایک مخصوص شعری فضا ہوتی ہو اس اعتبار سے سید ضمیر جعفری کی ولایتی زعفران والی شاعری کو دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے اردو شاعری کے شبستان میں ایک نیا دریچہ کھل گیا ہے۔ ولایتی زعفران میں ایک بالکل انوکھا اور نیا منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ نہ کانوں نے یہ آواز پہلے سنی نہ آنکھوں نے یہ تصویر پہلے دیکھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جو کچھ ولایتی زعفران میں ہے اس سے پہلے اردو زبان میں بیان نہیں ہوا کبھی اردو شاعر نے ان کیفیات اور ان احزال و معاملات پر اس سے پہلے قلم نہیں اٹھایا۔ ولایتی زعفران اردو شاعری میں بالکل اسی طرح کا تجربہ ہے جیسے انگریزی زبان میں فٹز جیرالڈ کی رباعیات عمر خیام ہیں فٹز جیرالڈ کا لب ولہجہ بھی انگریزی شاعری سے الگ ہے۔ فٹز جیرالڈ کی رباعیات عمر خیام اور سید ضمیر جعفری کی ولایتی زعفران کو دیکھ کر قاری اس بات کا اندازہ کر سکتا ہے کہ ایک زبان کے ادب پارے کو تخلیقی سطح پر دوسری زبان میں ڈھالنے کے کیا امکانات و اثرات ہیں۔ فٹز جیرالڈ نے اگر عمر خیام کو ایک ایسا آئینہ دکھایا ہے جس میں عمر خیام کی اصلی صورت ماند پڑ گئی ہے تو جواب آں غزل کے طور پر یہ ضمیر جعفری نے انگریزی کی فکاہیہ نظموں کو اپنے پیمانۂ شعر میں ڈھال کر ان کی چاندنی میں اضافہ کر دیا ہے۔

اردو شاعری کے قاری کے لئے ولایتی زعفران تازگی اور جدت کا ایک حیران کن مرقع ہے یہاں ایک بالکل نئی دنیا معرض وجود میں آتی ہے ولایتی زعفران کا مطالعہ ایک اچھوتی دریافت کا اثر رکھتا ہے۔ کتاب کی فضا میں داخل ہوتے ہی ایک خوشگوار آسودگی اور ایک مترنم شگفتگی آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

جمیل یوسف